

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورة الانعام

(۶)

(گذشتہ سے پیوستہ)

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ، وَإِمَّا يُنسِنَنَّ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۶۸﴾ وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ، وَلَكِنْ ذِكْرَى

(انھیں اب ان کے حال پر چھوڑو) اور جب دیکھو کہ ہماری آیتوں پر نکتہ چینیاں کر رہے ہیں تو ان سے کنارہ کش ہو جایا کرو، یہاں تک کہ کسی دوسری بات میں لگ جائیں۔ اور اگر کبھی شیطان بھلا دے تو غلطی کا احساس ہو جانے کے بعد ان ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو۔^{۷۸} ان کے حساب کی کوئی ذمہ داری ان

۷۸ یہ خطاب اگرچہ واحد کے صیغے سے ہے، لیکن آگے کی آیتوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس کے مخاطب تمام مسلمان ہیں جنھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے ہدایت کی گئی ہے کہ دعوت و تبلیغ کے مقصد سے بھی ان لوگوں کی مجلس میں نہ بیٹھے رہیں جو خدا کے دین اور اس کے پیغمبر کا مذاق اڑانے میں لگے ہوئے ہوں۔

۷۹ اصل میں لفظ 'يَخُوضُونَ' آیا ہے۔ یہ اس سخن گستری کے لیے استعمال ہوتا ہے جس کا مقصد کسی بات کو ہنسی،

دل لگی اور مذاق میں اڑا دینا ہو۔

۸۰ اس ہدایت کے دو پہلو ہیں اور دونوں نہایت اہم ہیں۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٦٩﴾ وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَلَهْوًا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا

لوگوں پر نہیں ہے جو خدا سے ڈرنے والے ہیں۔ البتہ، یاد دہانی اُن کا فرض ہے تاکہ یہ بھی ڈرنے والے بن جائیں۔ جن لوگوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے اور جنہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں

”ایک تو یہ کہ یہ رویہ اُس حکمت دعوت کے خلاف ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی تبلیغ کے لیے پسند فرمائی ہے۔ جس وقت کسی گروہ پر کسی چیز کی مخالفت، اُس کی تضحیک اور اُس کی تردید کا بخار چڑھا ہوا ہو اور بخار کی شدت سے مریض کی کیفیت ہدیانی ہو رہی ہو، عین اُسی حالت میں اُس کے سامنے اُس چیز کو پیش کرنا گویا اُس کے بخار اور ہدیان، دونوں کو مزید بڑھا دینا ہے۔ اگر کوئی معالج مریض کی بیماری ہی میں اضافہ چاہتا ہو تو وہ تو آزاد ہے جو چاہے کرے، لیکن کوئی مہربان طبیب جو مریض کی صحت کا خواہاں ہے، وہ کبھی ایسی غلطی نہیں کرے گا۔ اسی رعایت احوال کے پیش نظر یہاں مسلمانوں کو ہدایت ہوئی کہ جب تم دیکھو کہ یہ اسلام کے مخالفین قرآن کا مذاق اڑانے پر تلے ہوئے، طنز و تضحیک کے ترکش سنبھالے ہوئے اور مخالفت کے لیے آستین چڑھائے ہوئے ہیں تو اُس وقت طرح دے جاؤ اور کسی ایسے وقت کا انتظار کرو، جب یہ بخاری کیفیت ذرا دور ہو جائے تو اُس وقت اُن کو سنانے اور سمجھانے کی کوشش کرو۔“

دوسرا یہ کہ یہ اُس غیرت حق کے منافی ہے جو اہل ایمان کے اندر ہوتی ہے یا ہونی چاہیے۔ اگر کوئی شخص یا گروہ علانیہ خدا اور رسول کے خلاف بکواس کرتا ہے تو اُس سے لڑنا بھی ایک داعی کے لیے غلط، جیسا کہ اوپر بیان ہوا، اور خاموش رہنا بھی غلط، اس لیے کہ اس سے وہ حمیت حق مجروح ہوتی ہے جو علامت ایمان ہے اور جس کا ضعف بالآخر درجہ بدرجہ آدمی کو اُس نفاق میں مبتلا کر دیتا ہے جس میں مبتلا ہو جانے کے بعد اللہ، رسول، قرآن اور شریعت ہر چیز کی توہین و تذلیل وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتا اور کانوں سے سنتا ہے، لیکن اُس کو ایسا سانپ سونگھ جاتا ہے کہ زبان کھولنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔“ (تدبر قرآن ۷/۳)

۸۱ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تبلیغ و دعوت کو کس درجے میں اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے۔ چنانچہ انھیں اطمینان دلایا ہے کہ مواخذہ اس بات پر تو ضرور ہوگا کہ جنہیں تبلیغ کا حکم دیا گیا تھا، انھوں نے لوگوں کو تبلیغ و تذکیر کی یا نہیں، لیکن اس بات پر ہرگز کوئی مواخذہ نہ ہوگا کہ لوگوں نے ہدایت قبول کیوں نہیں کی۔ لہذا محض اس وجہ سے مذاق اڑانے والوں کی مجلس میں بیٹھے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ انھیں ہر حال میں بات سمجھا کر ہی اٹھنا ہے۔ یاد دہانی کرنا یقیناً فرض ہے، مگر اپنے آپ کو لوگوں کی ہدایت و ضلالت کا ذمہ دار سمجھ کر اُن کے درپے ہونا کسی پر

وَذَكِّرْ بِهِ أَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ، لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ، وَإِنْ تَعَدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذُ مِنْهَا، أُولَئِكَ الَّذِينَ أُبْسِلُوا بِمَا كَسَبُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿٤٠﴾

قُلْ أَدْعُوا مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلَىٰ أَعْقَابِنَا بَعْدَ

ڈال دیا ہے، انھیں چھوڑو اور اس قرآن کے ذریعے سے یاد دہانی کرتے رہو کہ کہیں کوئی شخص اپنے کرتوتوں کی پاداش میں ہلاکت کے حوالے نہ کر دیا جائے۔ اور وہ بھی اس حال میں کہ اللہ کے آگے نہ اُس کا کوئی حامی و مددگار ہو اور نہ سفارش کرنے والا، اور اگر ہر معاوضہ بھی دے تو اُس سے قبول نہ کیا جائے۔ یہی لوگ ہیں جو اپنے کرتوتوں کی پاداش میں ہلاکت کے حوالے کیے جائیں گے۔ جس کفر کا ارتکاب انھوں نے کیا ہے، اُس کی پاداش میں ان کے لیے کھولتا ہوا پانی اور ایک دردناک عذاب ہے۔ ۶۸-۷۰

ان سے پوچھو: کیا ہم اللہ کے سوا انھیں پکاریں جو ہمیں نہ نفع دے سکتے ہیں، نہ نقصان؟ اور اس

فرض نہیں ہے۔

۵۲ یہ اُن کی شرارت کا اصل سبب بتایا ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

”... اُن کا اصلی مغالطہ یہی ہے کہ جب ہماری زندگی کامیاب ہے تو ہمارا رویہ بھی لازماً صحیح ہے۔ وہ اسی دنیا کی زندگی کو کل کی زندگی سمجھ بیٹھے ہیں اور یہ زندگی چونکہ جزا و سزا کے اصول پر نہیں چل رہی ہے، بلکہ امتحان و آزمائش کے اصول پر چل رہی ہے، یہاں حق کے ساتھ خدا نے باطل کو بھی ڈھیل دے رکھی ہے، اس وجہ سے وہ اپنی خواہشوں کی پیروی میں باطل ہی کو اپنا دین بنا بیٹھے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہی زندگی اور یہی رویہ صحیح ہے اور قرآن اُن کو جس انجام سے خبردار کر رہا ہے، وہ محض ایک موہوم ڈراوا ہے۔“ (تدبر قرآن ۸۰/۳)

۵۳ اصل میں اُن تُبْسَلَ نَفْسٌ کے الفاظ آئے ہیں۔ اُن سے پہلے مُخَافَةٌ یا اس کے ہم معنی کوئی دوسرا لفظ

ان میں عربیت کے قاعدے سے حذف ہو گیا ہے۔

۵۴ اصل الفاظ ہیں: لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ۔ یعنی پہلی ضیافت ماء حمیم سے ہوگی، پھر عذاب الیم

کے حوالے کر دیے جائیں گے۔ سورہ واقعہ (۵۶) کی آیت ۹۳ میں قرآن نے اس کی تصریح کر دی ہے۔

اذْهَدَنَا اللَّهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيْطِينُ فِي الْأَرْضِ حَيْرَانَ لَهُ أَصْحَابٌ
يَدْعُونَهُ إِلَى الْهُدَى ائْتِنَا، قُلْ: إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَى، وَأْمُرْنَا لِنُسَلِّمَ لِرَبِّ
الْعَالَمِينَ ﴿٤١﴾ وَأَنْ أَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَاتَّقُوهُ، وَهُوَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٤٢﴾

کے بعد بھی کہ اللہ نے ہمیں ہدایت بخش دی ہے، کیا ہم اٹے پاؤں پھر جائیں؟ اُس شخص کی طرح جسے شیطانوں نے بیابان میں حیران و سرگشتہ چھوڑ دیا ہو، دریاں حالیکہ اُس کے ساتھی اُسے راہ ہدایت کی طرف بلا رہے ہوں کہ ہمارے پاس آ جاؤ۔ کہہ دو: حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ اپنے آپ کو رب کائنات کے حوالے کر دیں اور (حکم دیا گیا ہے) کہ نماز کا

۸۵۔ جن چیزوں کے نفع و نقصان کی نفی کی گئی ہے، اُن کے لیے اصل میں کفّظُ مَا، آیا ہے۔ یہ اُن کی تحقیر پر دلالت کرتا ہے۔

۸۶۔ یعنی اس سے پہلے اگر کسی گمراہی میں مبتلا رہے تو اُس کے لیے کچھ عذر ہو سکتا تھا، لیکن اب اگر اُسی حماقت کا ارتکاب کریں تو خدا کے حضور میں کیا عذر پیش کریں گے؟

۸۷۔ یعنی شیاطین جن و انس۔ حیران و سرگشتہ چھوڑ دینے کی نسبت ان کی طرف اس لیے کی گئی ہے کہ ایمان و اخلاق کی گمگشتگی کو یہی اُس درجے تک پہنچاتے ہیں جس کا ذکر تمثیل میں ہوا ہے۔

۸۸۔ اصل میں لفظُ الْأَرْضُ، استعمال ہوا ہے جس کے معنی زمین کے ہیں، لیکن قرینہ موجود ہو تو اس سے زمین کا کوئی خاص حصہ بھی مراد لے سکتے ہیں۔ یہاں گمگشتگی کی تمثیل بیان ہو رہی ہے، اس لیے صحرا اور بیابان مراد ہے، جہاں راہ بھٹکنے کا خطرہ ہوتا ہے۔

۸۹۔ یہ اُنھی لوگوں کی تمثیل ہے جن کا رویہ زیر بحث ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

”اس تمثیل کا اسلوب اگرچہ بظاہر ایک عمومی تمثیل کا ہے، لیکن غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ فی الحقیقت یہ اُن مخالفین اسلام کی تمثیل ہے جو یہاں زیر بحث ہیں۔ اس تمثیل میں اُن کے سامنے یہ بات رکھی گئی ہے کہ تم صحرا میں بھٹکتے ہوئے مسافر کی مانند ہو، شیاطین اور گمراہ لیڈروں نے تمہاری مت مار دی ہے اور تمہارے کچھ راہ یاب ساتھی (اشارہ اہل ایمان کی طرف ہے) تمہیں اصل راہ کی طرف بلا رہے ہیں، لیکن تم اُن کی پکار نہیں سن رہے ہو۔“

(تذبرقرآن ۸۲/۳)

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ، وَيَوْمَ يَقُولُ: كُنْ فَيَكُونُ، قَوْلُهُ

اہتمام کرو اور اُس سے ڈرتے رہو۔^{۹۱} وہی ہے جس کے حضور میں تم سب اکٹھے کیے جاؤ گے اور وہی ہے جس نے زمین و آسمان کو برحق پیدا کیا ہے۔^{۹۲} جس دن کہے گا کہ (حشر برپا) ہو جائے تو ہو جائے گا۔

۹۰ اس لیے کہ جب وہ عالم کا پروردگار ہے تو وہی حق دار ہے کہ اپنے آپ کو اُس کے حوالے کیا جائے۔

۹۱ پیچھے فرمایا ہے: 'وَأْمُرْنَا لِنُسَلِّمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ'۔ یہ ٹکڑا بھی اُسی کے تحت ہے، لیکن اسلوب غائب کے

بجائے حاضر کا ہو گیا ہے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ کلام میں براہ راست خطاب کا زور پیدا ہو جائے۔

۹۲ نماز اور تقویٰ کے بعد یہ توحید اور آخرت کا ذکر بھی ہے اور اُن کی دلیل بھی۔ مطلب یہ ہے کہ نماز کا اہتمام

اور حدودِ الہی کا احترام اس لیے ضروری ہے کہ ایک دن خدا کے آگے حاضر ہونا ہے۔

۹۳ یہ پچھلے جملے کی دلیل ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

”آسمان و زمین میں خالق کی قدرت، حکمت اور ربوبیت کے جو آثار و دلائل موجود ہیں، وہ اس حقیقت پر شاہد

ہیں کہ یہ کارخانہ کسی کھلنڈرے کا کھیل نہیں ہے جو اُن نے محض اپنا جی بہلانے کے لیے بنایا ہو، بلکہ یہ ایک قدیر،

علیم، حکیم اور رحمن و رحیم ذات کی بنائی ہوئی دنیا ہے۔ اگر یہ یونہی چلتی رہے، اس کے اندر جو ظلم ہے، اُس کے

انصاف کے لیے کوئی دن نہ آئے، جو عدل ہے، اُس کی داد کا کوئی وقت نہ آئے، اس کے اندر جو برے، شریرا اور نابکار

ہیں، اُن کو کوئی سزا نہ ملے، جو نیک، حق شناس اور عدل شعار ہیں، اُن کو اُن کی نیکیوں کی جزا نہ ملے تو اس کے معنی یہ

ہوئے کہ یہ سارا کارخانہ بالکل عبث، بے غایت اور باطل ہے جس کے بنانے والے کے نزدیک خیر اور شر، ظلم اور

عدل، حق اور باطل میں کوئی فرق ہی نہیں ہے۔ یہ بات انسان کی عقل و فطرت کسی طرح بھی قبول نہیں کر سکتی، اس

لیے کہ جس خالق کی خلقت کے ہر گوشے میں اُس کی حکمت، قدرت، رحمت اور ربوبیت کے آثار موجود ہیں اور اتنی

کثرت کے ساتھ موجود ہیں کہ انسان کسی طرح اُن کا احاطہ نہیں کر سکتا، اُس کی نسبت وہ کس طرح یہ باور کر لے کہ

اُس کو ہماری نیکی بدی اور ہمارے عدل و ظلم سے کوئی بحث نہیں ہے۔ اگر بحث ہے اور ضرور بحث ہے، اس لیے کہ یہ

بحث نہ ہو تو یہ دنیا بالکل کھیل، بلکہ نہایت ظالمانہ کھیل بن کے رہ جاتی ہے تو اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ اس

دنیا کے لیے ایک یوم انصاف آئے جس میں خدا کی کامل رحمت اور اُس کی کامل حکمت ظاہر ہو اور ہر نیکی اپنا صلہ

پائے اور ہر بدی اپنی سزا۔“ (تدبر قرآن ۸۳/۳)

الْحَقُّ، وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ، عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، وَهُوَ
الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴿٤٣﴾

اُس کی بات شدنی ہے۔ جس دن صور پھونکا جائے گا، اُس دن اُسی کی بادشاہی ہوگی۔ وہ غائب و
حاضر، ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور وہ حکیم وخبیر ہے۔ ۹۲۔ ۷۱۔ ۷۳

۹۲ اس لیے ضروری ہے کہ اُس کا ہر فیصلہ عدل و حکمت پر مبنی ہو۔ یہ ممکن نہیں کہ وہ کسی مغالطے میں پڑ جائے یا
کسی باطل کو حق اور حق کو باطل بنا دے۔ اُس کے عدل و حکمت اور علم و خبر میں کوئی نقص نہیں ہے کہ اس طرح کی کوئی
چیز اُس سے صادر ہو جائے۔

[باقی]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com